ڈاکٹر سلام سندیلوی

# سودا اور ذوق

## (بحیثیت قصیدہ نگار)

جب کبھی اردو قصیدہ نگاری کا ذکر چھڑتا ہے تو سودا اور ذوق کا نام بے ساختہ زبان پر آجاتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اردو قصیدہ نگاری صرف سودا اور ذوق کی ذات سے عبارت ہے۔ ان دونوں شعرا میں سودا کو اولیت حاصل ہے نہ صرف اس سبب سے کہ دور کے لحاظ سے سودا پہلے ہیں بلکہ اس وجہ سے بھی کہ دوڑ میں سودا آگے ہیں۔ دراصل شمالی ہند میں سودا ہی نے باقاعدہ اور اصولی طور پر قصیدہ گوئی کی بنیاد رکھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شمالی ہند میں سودا سے قبل حاتم اور فغاں نے قصیدے لکھے ہیں مگر ان کی صرف تاریخی اہمیت ہوسکتی ہے ان کی ادبی حیثیت میں شک ہے۔ سودا نے پہلی بار فارسی کے طرز پر قصیدے لکھے ہیں اور فارسی قصیدہ گو شعرا سے اس میدان میں ٹکر بھی لی ہے اور اگر آزاد کے بیان پر اعتبار کیا جائے تو وہ اس میدان میں فارسی کے نامور شہسواروں کے ساتھ عنان در عنان ہی نہیں گئے بلکہ اکثر میدانوں میں آگے نکل گئے ہیں۔ بقول آزاد ان کے کلام کا زور اثر انوری اور خاقانی کو دباتا ہے اور نزاکتِ مضمون میں عرفی اور ظہوری کو شرماتا ہے۔" ممکن ہے کہ آزاد کے بیان میں کچھ مبالغہ ہو۔ نہیں اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ شمالی ہند میں کم از کم

Scanned with CamScanner

سوداؔ پہلے قصیدہ نگار ہیں۔ اس بنا پر مصحفی نے ان کو تذکرہ ہندی میں "نقاش اوّل در زبان ریختہ" کہا ہے جو بالکل درست ہے۔ اس کے علاوہ اس میں بھی شک نہیں کہ سوداؔ نے فارسی شعراء کا تتبع کیا ہے اور ان کے قصیدوں پر قصیدے کہنا باعث فخر سمجھا ہے۔ اس طرح صحیح معنوں میں اردو میں قصیدہ نگاری کی بنیاد ڈالی ہے۔ مثلاً انوری کے ایک مشہور قصیدے کا مطلع ہے ؎

جرم خورشید چوں از حوت در آید بہ حمل
اشہب روز کند ادہم شب را ارجل

سوداؔ نے اس بحر میں اور انھیں قوافی قصیدہ کہا ہے، جس کا مطلع یہ ہے ؎

اٹھ گیا بہمن و دے کا چمنستاں سے عمل
تیغ اردی نے کیا ملک خزاں مستاصل

اس طرح سے خاقانی کے قصیدے کا مطلع ہے ؎

ای گز جہاں علامت انصاف شد نہاں
اے دل کرانہ کن ز میاں خانۂ جہاں

سوداؔ نے بھی اسی بحر کو اور انھیں قوافی کو اپنے ایک قصیدے کے لئے منتخب کیا ہے ؎

منکر خدا سے کیوں نہ حکیموں کی ہو زباں
جب شہرہ سے میرے ہو ملا اس قدر جہاں

چونکہ سوداؔ کو فطری طور پر جودت طبع، علوئے تخیل اور فکر رسا حاصل تھی اس لئے ان کو فارسی شعراء کے تتبع میں کامیابی حاصل ہوئی۔

سوداؔ کے برخلاف ذوقؔ نے فارسی شعراء کا براہ راست تتبع نہیں کیا بلکہ انھوں نے خود سوداؔ کی تقلید شروع کی، ذوقؔ کے لئے یہ سہل راستہ تھا کیوں کہ ان کے سامنے

سودا کی وساطت سے فارسی قصیدہ نگاروں کے نمونے موجود تھے۔ اس کے علاوہ سودا قصیدہ نگاری کی وادی میں کافی دلکش اور حسین پھول کھلا چکے تھے۔ ذوق نے اسی کی خوشہ چینی پر اکتفا کی اور ایران سے براہ راست پھول لانے کی زحمت گوارا نہ کی اس کا ذوق پر برا اثر پڑا کیوں کہ ان کا میدان شاعری محدود ہوگیا۔ اگر ذوق براہِ راست فارسی قصیدہ نگاروں کا تتبع کرتے تو ان کے یہاں تنوع کی زیادہ گنجائش ہوتی۔ سودا اور ذوق کے قصیدوں میں یہ فرق نمایاں ہے۔

سودا اور ذوق کا مقابلہ قصیدہ کے مختلف اجزا کو مدنظر رکھ کر بھی کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ تشبیب میں ان دونوں شعراء نے کس حد تک کامیابی حاصل کی۔ دراصل تشبیب شاعری کے لئے بہت گنجائش رکھتی ہے۔ شاعر اس میں مختلف قسم کے مضامین نظم کرسکتا ہے۔ ترنم، بہار، وارداتِ حسن وعشق، رندی وسرمستی، دنیا کی بے ثباتی، زمانے کی شکایت، علم وفن کی ناقدری، تاریخی واقعات، ذاتی اور ملکی حالات پیش کرسکتا ہے۔ سودا کی تشبیب میں ان میں سے بہت سی باتوں کا ذکر آجاتا ہے۔ کہیں کہیں انھوں نے تشبیب میں بہار کی منظر کشی کی ہے اور کہیں عاشقانہ اور رندانہ جذبات پیش کئے ہیں۔ بعض قصیدوں کی تشبیب میں جورِ فلک کی شکایت کی ہے اور کہیں کہیں اخلاقی مضامین بھی نظم کئے ہیں مگر اس سے زیادہ تشبیب دلچسپ ہوتی ہے جس میں وہ کسی مجرّد خیال کو متشکل کردیتے ہیں مثلاً ایک قصیدہ میں عقل وحرص کو مجسم کردیا ہے اور ان کے مابین ایک قسم کا مناظرہ دکھایا ہے۔ ایک اور قصیدے میں "خوشی" کو ایک عورت تصور کرلیا ہے اور اس کو ساری نسوانی خصوصیات سے منسوب کردیا ہے اس طرح سودا نے اپنی تشبیب میں کافی وسعت کا اظہار کیا ہے۔

سودا کی تشبیب ایک اور نقطۂ نظر سے اہم ہے۔ ان کی تشبیب میں بعض

اوقات ان کے دور کے سماج اور ماحول کا عکس ملتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ تشبیب تاریخی اہمیت رکھتی ہے جو قصیدہ کو ادبی حیثیت سے بلند کرتی ہے۔ مثلاً قصیدہ کے ایک شعر میں سودا ہندوستان کے ناچ کود کی محفلوں کا ذکر کرتے ہیں ؎

آج وہ دن ہے کہ جس گھر میں تو دیکھے اس میں
کہیں ہوتی ہے بھگت اور کہیں ہے اودلک

اس میں کوئی شک نہیں کہ سودا کی تشبیب میں اصلیت اور صداقت کا جز بہت کم ہوتا ہے اور جن خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے وہ بالکل رسمی ہوتے ہیں۔ یہ سودا کی قصیدہ نگاری کی خامی نہیں ہے بلکہ خود صنفِ قصیدہ کے دامن پر ایک بدنما داغ ہے۔
سودا کی بہاریہ تشبیب میں اکثر اس قدر مبالغہ پایا جاتا ہے کہ ہماری آنکھوں کے سامنے اصلی منظر کی تصویر نہیں آسکتی۔ سودا کا مندرذیل شعر کا منظریہ ہے مگر منظر کشی کا حق ادا نہیں کرتا۔

مار بارش میں پرتے ہیں گھر ہائے تگرگ
ہار پہنانے کو اشجار کے ہر سو بادل

اسی طرح سے حکیمانہ اور اخلاقی تشبیب بھی ہمارے خیالات کی درستگی کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں۔ سودا کی طرح ذوق بھی تشبیب میں بہاریہ اور نشاطیہ مضامین لائے ہیں۔ مگر ذوق کی تشبیب میں اس قدر بوقلمونی نہیں ہے جو سودا کی تشبیب کا طرۂ امتیاز ہے۔ ذوق نے سودا کی تقلید کو کافی سمجھا اور ان کے بنائے ہوئے راستوں سے الگ ہٹنے کی کوشش نہیں کی اس لئے ان کی تشبیب میں صداقت اور حقیقت کی جھلک نہیں پائی جاتی ہے۔ جہاں تک اندازِ بیان کا تعلق ہے ذوق کے یہاں حسن کاری اور صناعی زیادہ ملتی ہے۔ جب کہ سودا کے یہاں سلاست اور سادگی قدم قدم پر پائی جاتی ہے۔ سودا کی طرح ذوق نے بھی بہاریہ تشبیب میں

Scanned with CamScanner

مبالغہ آرائی سے کام لیا ہے جس کی وجہ سے منظر کی اصلی تصویر ہمارے سامنے آتی ہے لیکن ذوق کے یہاں روانی اور ترنم زیادہ ہے اس لئے بعض اوقات ان کی تشبیب لطف دے جاتی ہے۔ ایک جگہ برسات کا منظر کھینچتے ہیں ؎

ساون میں دیا پھر مہ شوال دکھائی     برسات میں عید آئی قدح کش کی بن آئی
کوندے ہے جو بجلی تو یہ سوجھے ہے نشے میں     ساقی نے ہے آتش سے مئے تیز اڑائی

اس کے علاوہ ذوق کے یہاں بھی کہیں کہیں تشبیہات دلکش ہیں ؎

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابر سیاہ
کہ جیسے جائے کوئی فیل مست بے زنجیر

ذوق نے سودا کی طرح ایک معاملہ میں اور تقلید کی ہے۔ ایک قصیدہ میں ذوق نے بھی خوشی کو متشکل کیا ہے۔ مگر ان دونوں کے مجسموں میں فرق ہے۔ سودا نے خوشی کو عالم خواب میں دیکھا ہے جو بذات خود ایک حسین تصور ہے مگر ذوق نے خوشی کو عالم بیداری میں دیکھا ہے جو اس قدر پر لطف بات نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ذوق کے انداز بیان میں آمد کی بہ نسبت آورد زیادہ ہے۔ ذوق خوشی کا مجسمہ یوں تراشتے ہیں ؎

سحر جو گھر میں بشکل آئینہ تھا میں تنہا نزار و حیراں
تو اک پری چہرہ حور طلعت بشکل بلقیس و ماہ کنعاں
جو نام پوچھا کہا خوشی ہوں جو وصف پوچھا تو دلبری ہوں
سبب جو پوچھا تو ہنس کے بولی کہ ذوق تو بھی عجب ہے ناداں

یہ بیان طویل بھی ہے اور تصنع سے بھی پر ہے۔ اس کے مقابلے میں سودا کی تشبیب مختصر بھی ہے اور پر اثر بھی ہے۔ سودا فرماتے ہیں ؎

فجر ہوتے جو گئی آج مری آنکھ جھپک     دی وہیں آ کے خوشی نے در دل پر دستک



Scanned with CamScanner

تشبیب کے سلسلے میں ذوق کے یہاں ایک بات اہم ہے۔ چونکہ ذوق کو علم نجوم، ہیئت، طب، منطق، فلسفہ، فقہ، تصوف، تفسیر، حدیث، تاریخ و موسیقی وغیرہ پر عبور کامل حاصل ہے اس لئے انھوں نے اپنی تشبیب میں ان علوم کے جا بجا حوالے دیئے ہیں۔ اس طرح ذوق نے قصیدہ کی افادیت اور اہمیت میں اضافہ کر دیا ہے اور مختلف علوم کی اصلاحات کو ذوق نے اپنے قصائد کے ذریعہ محفوظ کر دیا ہے اور ان کو ایک نئی زندگی بخشی ہے۔ اگرچہ ان حوالوں سے قصیدہ کی فضا میں ایک قسم کا تصنع پیدا ہو گیا ہے لیکن اس قسم کے قصیدوں کی سنجیدگی اور متانت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ مندرجہ ذیل شعر میں ذوق نے منطق کی اصطلاحات کو استعمال کیا ہے ؎

اگر پیالا ہے صغریٰ تو ہے سبو کبریٰ
نتیجہ یہ ہے کہ سرمست ہیں صغیر و کبیر

تشبیب کے علاوہ سودا اور ذوق کا مقابلہ گریز میں بھی کیا جا سکتا ہے۔ گریز کی خوبی یہ قرار دی گئی ہے کہ تشبیب کے بعد ممدوح کا ذکر نہایت ہی فطری اور موزوں طریقے پر کر دیا جائے یعنی بیان میں ایک فطری تسلسل اور رابطہ قائم رہے فارسی کے اکثر قصیدہ گو شعراء نے اس میں کامیابی حاصل کی ہے۔ سلیمان ساوجی کی ایک تشبیب عاشقانہ ہے۔ اس میں ایک شعر کے ذریعہ وہ ایک حسین انداز میں گریز کرتا ہے ؎

سوائی است در چرا می کند دراز
زلفت بہ عہدِ معدلتِ شہریار دست

اس قسم کی فطری گریز سودا کے یہاں بھی ملتی ہے سودا نے جس قصیدہ میں خوشی کو مجسم کیا ہے اس میں گریز نہایت فطری طریقے پر استعمال ہوئی ہے۔

Scanned with CamScanner

ذوق بھی اکثر تشبیب سے گریز کی طرف سبک روی سے آتے ہیں مگر بعض اوقات ان کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں۔ کبھی کبھی ان کی تشبیب اور گریز میں خلا واقع ہو جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے دو اینٹوں کے درمیان کچھ جگہ چھوٹی ہوئی ہے۔

قصیدے کا سب سے زیادہ ضروری جز مدح ہے۔ اس میں شاعر ممدوح کے جاہ وجلال، عظمت وبزرگی، شجاعت وجرأت اور عدل وانصاف کی تعریف کرتا ہے۔ اس کے ساتھ وہ ممدوح کے ساز وسامان کی بھی ستائش کرتا ہے چنانچہ وہ فوج، لشکر فوج، مصاحبین، تلوار، تیر، نیزہ، اسپ، فیل اور خیمہ وغیرہ کی تعریف میں خامہ فرسائی کرتا ہے۔ جب قصیدہ نعت ومنقبت کے رنگ میں ہوتا ہے تو ممدوح کے مزار اور روضے کی بھی تعریف کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک خاص بات یہ ہے کہ قصیدہ نگار ذاتی تعریف نہیں کرتا ہے بلکہ طبقاتی تعریف کرتا ہے جیسے سلاطین کی تعریف، امرا کی تعریف یا اولیاء وانبیاء کی تعریف۔ ایسی صورت میں شاعر ذاتی صفات پر غور ہی نہیں کرتا بلکہ اگر کسی بادشاہ کی تعریف کرتا ہے تو اس کی نظر میں ایک مثالی بادشاہ رہتا ہے اور اس کی ساری خوبیاں وہ ممدوح کی ذات سے وابستہ کر دیتا ہے چاہے وہ ان میں سے ایک بھی خوبی کا مالک نہ ہو لیکن قصیدہ نگار کو مدح میں ایک بات کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ سلاطین، امراء اور اہل دین کی مدح کے انداز میں فرق مراتب قائم کرنا مقصود ضروری ہوتا ہے۔ یہ فرق مراتب زیادہ تر سوداؔ کی مدح میں قائم رہتا ہے۔

سوداؔ نے ہر ایک کے درمیان ایک خط فاصل قائم کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ خط فاصل کہیں کہیں منقطع بھی ہو گیا ہے۔ سوداؔ کی مدح ایک حیثیت سے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ ان کے بعض قصیدے ملک کی طرز معاشرت پر روشنی ڈالتے ہیں

اور اس دور کی تصویر ہمارے سامنے پیش کر دیتے ہیں ۔ مثلاً سودا نے ایک قصیدہ میں نواب شجاع الدولہ اور حافظ رحمت خاں کے مابین جنگ کا نقشہ کھینچا ہے ۔ اس میں سودا نے مختلف آلات حرب و ضرب کا بھی ذکر کیا ہے اور طریقۂ جنگ پر بھی روشنی ڈالی ہے ؎

ایدھر سے بان درہکلہ و توپ متصل
پڑتی تھی پر وہ بڑھتے ہی آتے تھے سرگزار
بڑھ بڑھ کے آخرش وہ لگے توپیں داغنے
اس پلے پر جہاں سے جزائر کی ہوئے مار

سودا کے قبل جنگی بیانات ہم کو دکنی قصیدہ گو نصرتی کے یہاں بھی ملتے ہیں مگر چونکہ نصرتی کی زبان بہت کھردری اور غیر مانوس ہے اس لئے ہم اس سے زیادہ لطف اندوز نہیں ہو سکتے ہیں ۔

سودا کی مدح کے ساتھ سودا کی ہجو کا ذکر بھی ضروری ہے ۔ سودا کی ہجو بھی اس زمانے کے معاشرتی انحطاط کی آئینہ دار ہے ۔ سودا نے شہر آشوب میں ہر درجہ اور ہر پیشے کا ذکر کیا ہے ۔ اس سے اس دور کے تمدنی اور اقتصادی حالات پر روشنی پڑتی ہے ۔ چنانچہ سودا نے قصیدہ "تضحیک روزگار" میں ایک گھوڑے کی ہجو کی ہے مگر یہ محض گھوڑے کی ہجو نہیں ہے بلکہ مغل عہد کے فوجی نظام پر ایک بے لاگ تبصرہ ہے ۔

جہاں تک ذوق کی مدح کا تعلق ہے وہ بالکل رسمی ہے ۔ انھوں نے زیادہ تر اکبر شاہ ثانی اور بہادر شاہ ظفر کی مدح کی ہے اور اس میں انھوں نے اپنا سارا زور قلم صرف کر دیا ہے ۔ انھوں نے ان سلاطین کی سخاوت ، شجاعت اور عدالت وغیرہ کی تعریف کی ہے مگر ذوق کی مدح میں تصنع اور مبالغہ بے حد ہے جو

Scanned with CamScanner

صداقت اور اصلیت کے درجے سے گرا ہے ۔

ذوقؔ نے اہلِ دین کی مدح بہت کم کی ہے ۔ صرف ایک قصیدہ سید عاشق نہال چشتی کی مدح میں ہے ۔ اسی طرح سے ذوق کی مدح کا دائرہ تنگ ہوتا جاتا ہے اس کے علاوہ ذوقؔ کی مدح سے اس زمانے کے حالات پر روشنی بھی نہیں پڑتی ہے اور نہ اس دور کے تمدنی ، اقتصادی اور سیاسی حالات کا پتہ چلتا ہے ۔ ذوقؔ کے یہاں مقامی رنگ بھی نہیں ملتا ہے اس لحاظ سے ذوقؔ کی مدح ایک مخصوص دائرے کے اندر چکر کاٹتی رہتی ہے ۔ اگرچہ ذوقؔ نے اپنے ان دائروں میں تشبیہہ واستعارہ کا رنگ بھر کر دلکش بنانے کی کوشش کی ہے مگر ان میں وہ رنگا رنگی نہیں ہے جو سوؔدا کی مدح میں ہے ۔

قصیدہ کا آخری حصّہ دعائیہ ہوتا ہے ۔ اس میں شاعر اپنا مدعا بھی بیان کرتا ہے ۔ یہ بالکل رسمی چیز ہے ۔ سوؔدا اور ذوقؔ دونوں ہی رسم کی پابندی کرتے ہیں ۔ کسی بھی دعائیہ میں کوئی جدّت اور قدرت نہیں ۔

مندرجہ بالاسطور میں سوؔدا اور ذوقؔ کا تقابلی مطالعہ مختلف نقطۂ نظر سے کیا جاچکا ہے اور ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ سوؔدا اور ذوقؔ کے قصائد میں فرق ہے ۔ دراصل یہ قصائد کا فرق دونوں شعراء کے خارجی حالات اور داخلی کیفیات کا فرق ہے ۔ سوؔدا نے جب شاعری شروع کی تو اردو کا ابتدائی دور تھا اور ہمیشہ ابتدائی دور کے ادب میں سلاست ، روانی ، سادگی ، صداقت اور حقیقت کے عناصر زیادہ پائے جاتے ہیں لیکن زمانہ جوں جوں آگے بڑھتا جاتا ہے ادب میں تصنع اور آورد کا دخل ہوتا جاتا ہے ۔ یہی سبب ہے کہ سوؔدا کے قصائد میں سلاست بھی ہے اور بڑی حد تک صداقت بھی ہے لیکن ذوقؔ کے دور میں نازک خیالی اور معنی آفرینی کا سکّہ چلنے لگا تھا ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ذوقؔ کے قصیدوں میں سادگی کے بجائے

Scanned with CamScanner

مضامین کا غلبہ ہوگیا۔

سودا اور ذوق کے قصائد میں فرق کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ سودا شاہ عالم بادشاہ کے استاد تھے مگر ان کے غلام نہ تھے۔ جب سودا شاہ عالم سے ناخوش ہوگئے تو انھوں نے ان سے قطع تعلق کر لیا۔ بادشاہ نے سودا کو ملک الشعراء بنانے کا لالچ دیا مگر سودا نے کہا کہ حضور کی ملک الشعرائی سے کیا ہوتا ہے۔ کرے گا تو میرا کلام ملک الشعراء کرے گا۔ بادشاہ سے قطع تعلق کے بعد بھی سودا کے معاشی حالات پر کچھ اثر نہ پڑا اور شہر کے دیگر رؤساء نے بھی ان کی قدردانی کی اس لئے سودا افکار سے بڑی حد تک بے نیاز تھے۔ اس بے نیازی کا مظاہرہ سودا نے شاہ شجاع الدولہ کے دعوت نامے کو ٹھکرا کر بھی کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سودا کا عہد معاشی اعتبار سے کچھ بہتر تھا۔ یہی سبب ہے کہ سودا نے جو مدحیہ قصیدے کہے ان میں زورِ تخیل ہے مگر خوشامد نہیں ہے۔ اس بے نیازی کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ سودا نے اہلِ دین کی مدح میں قصیدے کہے ہیں اور صرف اہلِ دنیا کی چاپلوسی میں وقت ضائع نہیں کیا۔

اس کے برخلاف ذوق کا ملجا و ماویٰ صرف بہادر شاہ کا دربار تھا۔ ذوق بعض وقت بہادر شاہ ظفر سے کبیدہ خاطر ہوجاتے تھے مگر ان کو جرأت نہ تھی کہ وہ قطع تعلق کر لیتے۔ دراصل اس عہد میں معاشی حالات اور بھی ابتر ہوگئے تھے اور مغل دربار چراغ سحری سے زیادہ نہ تھا۔ ایسی صورت میں ذوق نے بادشاہ کی چار روپے کی تنخواہ کو غنیمت سمجھا اور آزادئ فکر خوش فہمی کی بنا پر یہ چار روپے ملک الشعرائی کے چار ستون نظر آئے۔ اگرچہ اس تنخواہ میں بعد میں اضافہ ہوتا رہا مگر تنخواہ کا اضافہ ذوق کی آزادئ تخیل میں اضافہ نہ کر سکا۔

ان حالات سے یہ بات تو واضح ہوجاتی ہے کہ ذوق کے لئے شاہی دربار سے

قطع تعلق بہت مشکل تھا۔ یہی سبب ہے کہ بہادر شاہ ظفر کی مدح میں اڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ انھوں نے دوسرے رؤسا کی تعریف میں بہت کم قصیدے کہے ہیں۔ یہاں تک کہ مذہبی قصیدوں کی طرف بھی انھوں نے بہت کم توجہ دی ہے۔ ذوق معاشی حالات سے مجبور تھے لہٰذا بادشاہ کی مدح کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔ اس لئے ان کے قصیدوں میں جدت اور ندرت کم پائی جاتی ہے اور تصنع و آورد کی بہتات نظر آتی ہے۔

سودا اور ذوق کے قصائد کے فرق کو ایک اور نقطۂ نظر سے دیکھا جاسکتا ہے۔ سودا بیدار مغز اور وسیع النظر بھی تھے۔ انھوں نے خارجی عالم کا مشاہدہ بہت غور سے کیا اور اپنے دور کے حالات کو سمجھنے کی کوشش کی۔ انھوں نے اپنے دور کے حالات اور اپنے عہد کی سلطنت پر بے لاگ تبصرہ کیا۔ "شہر آشوب" اور قصیدہ تضحیک روزگار ان کی بیدار مغزی اور ساتھ ہی ان کی ہمت اور جرأت پر دلالت کرتے ہیں۔ سودا کے برخلاف ذوق نے اپنے دور کے حالات کا جائزہ نہیں لیا! ان کی نظر صرف درباری فضا میں محدود ہو کر رہ گئی۔ اگر ذوق اس روزن زنداں سے باہر کی فضا کا جائزہ لیتے تو بھی وہ نڈر ہو کر حالات پر تبصرہ کرنے کی سکت نہ رکھتے۔ یہی سبب ہے کہ ذوق کے یہاں شہر آشوب کے قسم کی کوئی چیز نہیں ملتی۔ ذوق نے "یک گیر و محکم گیر" کے اصول پر عمل کیا۔ بہادر شاہ ظفر کا دامن مضبوطی سے پکڑا اور انھیں کی مدح میں زندگی صرف کر دی۔ اسی لئے ذوق کے قصائد کا دائرہ بہت تنگ ہے اور جو ہمہ گیری ہم کو سودا کے قصائد میں ملتی ہے، ذوق کے قصائد میں اس کی کمی ہے۔

---

Scanned with CamScanner